www.rahimia.org

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

جنوری 2026ء / رجب المرجب ۱۴۴۷ھ

جلد نمبر 18، شمارہ نمبر 1 قیمت: 40 روپے • سالانہ ممبرشپ: 450 روپے

بانی

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری

قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ السَّعِیۡد مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیرِ اعلیٰ

حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

مجلسِ ادارت

ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن (سرپرست)

مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی (صدر)

مولانا مفتی محمد مختار حسن (صدر انتظامیہ)

انیس احمد سجاد ایڈووکیٹ (مدیر)

ترتیبِ مضامین

- بیت اللہ الحرام کا قبلہ حقیقی علم اور حق پر مبنی ہے
- صلہ رحمی کی اہمیت
- حضرت رُقیقہ بنت ابی صیفی بن ہاشم بن عبد مناف رضی اللہ عنہا
- راہِ سعادت کا مسافر؛ آخری منزل پر!
- ''قلب'' سے متعلق ''مقامات'' (2)
- سلطان محمد فاتح کی قسطنطنیہ پر حملے کی تیاری
- معیشت کے لیے عفریت
- موت کی اٹل حقیقت
- موت کے بعد کی منزل
- یقظان طبع مولانا محمد عباس شادؒ کی الم ناک جدائی
- رائے پوری جماعت کا ہر فرد قیمتی ہے
- اُس کو اِک شخص سمجھنا تو مناسب ہی نہیں
- تقریبِ تکمیل صحیح بخاری شریف
- دینی مسائل

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ — مسند نشینِ ثانی خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

''محبت کا ایک درجہ تو یہ ہے کہ انسان محبوب کو دیکھتا ہی رہنا چاہتا ہے۔ خواہ وہ دیکھنا محبوب کو گراں گزرے (یعنی ایسے محبت کرنے والے کو محبوب کے منشا سے زیادہ اپنی چاہت سے غرض ہوتی ہے)، مگر اس سے آگے گزر کر (اصل منزل) یہ ہے کہ محبوب کی رضا سے ہی وہ راضی ہوتا ہے۔ گویا اس (محبت کرنے والے) نے اپنے نفس کی لذت کو اب محبوب کی رضا پر قربان کر دیا۔ نفس (کو) دیکھو (کہ وہ دوسرے کی محبت کے نام پر بھی) کہاں تک اپنا حصہ لیتا رہتا ہے۔ پس جس شیخِ (طریقت) سے (حصولِ تربیت کے حوالے سے) اُنس (اپنائیت) ہو (تو) اس کی بلا عناد (یعنی بغیر کسی تحفظ کے' استفادے کی نیت سے) صحبت اختیار کرو اور (اس کے ساتھ) کچھ (ایک مقررہ تعداد میں) ذکر کا سلسلہ بھی جاری رکھو۔ جتنی کسی کی استعداد ہوگی اور جتنا خدا کو منظور ہوگا، (محبت و تربیت کا) حصہ مل رہے گا''۔

(۸رمحرم الحرام ۱۳۶۶ھ/ 3ردسمبر 1946ء، بروز: منگل۔ مقام: لاہور)

(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص: 238-237، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور

0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org

Email: info@rahimia.org

www.rahimia.org

تفسیر: شیخ التفسیر مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

بیت اللہ الحرام کا قبلہ حقیقی علم اور حق پر مبنی ہے

گزشتہ آیت (2-البقرہ: 144) میں واضح کیا گیا تھا کہ اب سے مسجدِ حرام کی طرف رُخ کر کے ہی تمام عبادات سرانجام دی جائیں گی۔ قبلہ کے اس حکم میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ اور یہ حق بات یہود و نصاریٰ پر مشتمل اہلِ کتاب بھی اچھی طرح جانتے ہیں۔

ان آیات (2-البقرہ: 145 تا 147) میں حتمی طور پر واضح کر دیا گیا کہ آئندہ سے یہود و نصاریٰ کی خواہشات کی پیروی نہیں کی جاسکتی۔ اب اللہ کی طرف سے یقینی علم اور حق آچکا ہے۔ یہ لوگ اس علمِ یقینی کا انکار کر کے اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔

وَ لَىِٕنْ اَتَیْتَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰیَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ (اور اگر تُو لائے اہلِ کتاب کے پاس ساری نشانیاں تو بھی نہ مانیں گے تیرے قبلہ کو): یہود و نصاریٰ کی ہٹ دھرمی کی حقیقت واضح کی جارہی ہے کہ اگر آپ ﷺ تحویلِ قبلہ سے متعلق ہر طرح کی تمام ممکن الوقوع نشانیاں لے آئیں، تب بھی یہ لوگ مسجدِ حرام کو اپنا قبلہ قرار نہیں دیں گے۔ یہ لوگ انسانیت میں تفریق اور انتشار پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے مذہبی گروہیت پیدا کرنا ان کا وطیرہ ہے۔ واضح نشانیوں اور آیات کو بھی یہ کسی طرح قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ کسی جماعت پر فرقہ وارانہ گروہیت اور طبقاتی خواہشات اور مفادات کا غلبہ ہو جائے تو وہ انسانیت کی اجتماعیت سے متعلق اُمور سے بیگانہ ہو کر صرف اپنی ذاتی خواہشات کی اسیر بن جاتی ہے اور اپنی خودساختہ مذہبی تعبیرات کو بھی اپنی خواہشات پورا کرنے کا ذریعہ بنالیتی ہے۔

وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ (اور نہ تُو مانے ان کا قبلہ): اس لیے آپ ﷺ بھی ان یہود و نصاریٰ کی خواہشات پر مبنی ان کے مزعومہ قبلہ کو اختیار نہیں کر سکتے۔ باقی جو سولہ سترہ ماہ کے کچھ عرصے کے لیے آپؐ نے مدینہ منورہ میں بیت المقدس کو اپنا قبلہ بنایا تھا، وہ ایک مصلحت کی وجہ سے تھا۔ اور وہ یہ کہ مدینہ منورہ کی اجتماعیت میں اَنصار کے دو قبیلے؛ اَوس اور خزرج کی تالیفِ قلب کے لیے ایسا کیا گیا تھا، جو کہ یہودیوں سے متأثر تھے اور یہ کہ یہودیوں میں سے مخلص لوگ دینِ اسلام قبول کر لیں۔ (حجۃ اللہ البالغہ) اور پھر اللہ کی طرف سے آنے والے صحیح علم کی اتباع کریں اور نبی اکرم ﷺ کی پیروی اختیار کر کے مدینہ منورہ کی ریاست کی تعمیر و تشکیل میں حصہ لیں۔

وَ مَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ (اور نہ ان میں ایک مانتا ہے دوسرے کا قبلہ): یہود و نصاریٰ کا تو یہ حال ہے کہ یہ آپس میں بھی قبلہ کے معاملے میں متفق نہیں ہیں۔ ان دونوں گروہوں کا ایک دوسرے کی ضد میں گروہیت کی بنیاد پر اپنا اپنا قبلہ ہے۔ یہودی کہتے ہیں کہ "صخرۂ" بیت المقدس قبلہ ہے اور نصرانی کہتے ہیں کہ بیت المقدس کی شرقی جانب قبلہ ہے، جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رُوح حضرت مریم علیہا السلام میں پھونکی گئی تھی۔ جب یہ دونوں جماعتیں بیت المقدس کے حوالے سے ایک قبلہ پر متفق نہیں ہیں، تو پھر مسلمانوں سے کس بات کی اُمید رکھتے ہیں کہ وہ بیت المقدس کو اپنا مستقل قبلہ بنائیں؟! اب تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مسجدِ حرام ہی کل انسانیت کا قبلہ ہے، اُس سے انحراف کسی صورت نہیں کیا جا سکتا۔

وَ لَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ (اور اگر تُو چلا ان کی خواہشوں پر بعد اس علم کے جو تجھ کو پہنچا تو بے شک تو بھی ہوا بے انصافوں میں): یہ حقیقت علمی طور پر واضح ہو چکی ہے کہ کل انسانیت کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بہت پہلے سے بیت اللہ الحرام کی تعمیر کر کے اُسے قبلہ مقرر کر دیا تھا اور تمام لوگوں کو اسی بیت اللہ الحرام کی طرف آنے کی دعوت دی تھی۔ بیت المقدس کی تعمیر تو بیت اللہ الحرام سے تقریباً چالیس سال بعد ہوئی تھی، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔ (رواہ البخاری)

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لیے بیت المقدس کی مرکزیت قائم کی تھی اور پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہاں ہیکل تعمیر کیا تھا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ تمام بنی اسرائیل بہ شمول یہود و نصاریٰ بیت المقدس کے اس قبلہ کے ایک ہونے پر متفق ہوتے، لیکن ان کی گروہیت اور باہمی ضد بازی نے بیت المقدس کے قبلہ کو ہی دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ بنواسرائیل جب خود ہی تقسیم ہو گئے تو یہ کل انسانیت کی اجتماعیت کا مرکز کیسے منوا سکتے ہیں؟ ایسی صورت میں کل انسانیت کی اجتماعیت کا پروگرام رکھنے والی مسلمان جماعت، امامِ انسانیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قائم کردہ مرکز کو ہی انسانیت کا مرکز قرار دینے کے پابند ہیں۔ اُس سے انحراف سراسر ظلم اور ناانصافی ہے۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ (جن کو ہم نے دی ہے کتاب، پہچانتے ہیں اس کو جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو): یہ یہود و نصاریٰ تو تورات اور انجیل میں آپ ﷺ سے متعلق ٹھیک ٹھیک علامات اور خصوصیات کے سبب خوب اچھی طرح جانتے اور پہچانتے ہیں، بالکل اسی طرح جیسا کہ انسان اپنی اولاد کو ٹھیک ٹھیک جانتا ہے۔ لیکن یہ لوگ علم اور معرفت رکھنے کے باوجود ہٹ دھرمی کی وجہ سے آپ ﷺ کی بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

وَ اِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ (اور بے شک ایک فرقہ ان میں سے البتہ چھپاتے ہیں حق کو جان کر): ان کی حالت تو یہ ہے کہ ان میں سے ایک فریق تورات و اِنجیل میں آپ ﷺ کے نام، نسب، قبیلہ، مولد اور مسکن، حتیٰ کہ شکل وصورت پر مبنی بیان کردہ برحق نشانیوں کو چھپاتا ہے، حال آں کہ انھیں پورے طور پر علم ہے کہ جو بات آپ ﷺ فرما رہے ہیں، وہ بالکل درست ہے۔

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ (حق وہی ہے جو تیرا رب کہے پھر تو نہ ہو شک لانے والا): اب اللہ کی طرف سے حق اور درست بات آچکی ہے۔ اس لیے آپ ﷺ کے متبعین کسی صورت بھی اس معاملے میں شک و شبہ کے شکار نہ ہوں، بلکہ پوری استقامت کے ساتھ بیت اللہ الحرام کو مستقل قبلہ بنائیں۔

www.rahimia.org

درسِ حدیث

از: مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

صلہ رحمی کی اہمیت

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللّٰہ عنہا قَالَت!: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ: ’’الرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُولُ: مَنْ وَّصَلَنِي وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِي قَطَعَهُ اللّٰهُ‘‘. (الصَّحیح لِمُسلِم: 6519)

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’رِحم (خونی رشتوں کا سارا سلسلہ) عرش کے ساتھ چمٹا ہوا ہے اور یہ کہتا ہے: جس نے میرے تعلق کو جوڑ کر رکھا، اللہ اس کے ساتھ تعلق جوڑے گا اور جس نے میرے تعلق کو توڑ دیا، اللہ تعالیٰ اس سے تعلق توڑ لے گا‘‘۔)

انسانی سماج کی بنیادی اکائی خاندان ہے، یہ خاندان مرد و عورت کے باہمی رشتے، اولاد اور دیگر رشتوں سے وجود میں آتا ہے۔ ماں باپ اپنی اولاد کے لیے بے لوث قربانی دیتے ہیں۔ اس قربانی کا اِتنا بڑا اَجر اللہ تعالیٰ نے رکھا کہ اولاد کے جنت میں داخلے کے لیے والدین کی رضا کو خاص اہمیت دے دی۔ اس بے لوث رشتے کو اچھی معاشرت کی ایک مثال بنایا گیا ہے جو اسے قائم نہیں رکھتا، اس کے لیے اللہ کی طرف سے سزا کا ذکر ہے۔ حضرت ابوبکرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سرکشی اور قرابت داروں سے قطع تعلق سب سے بڑے دو ایسے گناہ ہیں، جن کی سزا دنیا میں ہی ملتی ہے اور آخرت میں بھی اس کی سزا کا ایک حصہ ملنا باقی رہتا ہے‘‘۔ (الادب المفرد) یعنی جو اس صلہ رحمی کا خیال رکھتا ہے تو اس پر اللہ مہربان ہوتا ہے۔ اور جس نے اس رشتے کا احترام اور خیال نہیں رکھا تو اللہ اس کو اپنی رحمت سے محروم کر کے مشکلات میں چھوڑ دے گا۔

صلہ رحمی کے ماحول میں پرورش پانے والی نسل کے اخلاق، رشتوں کا احترام اور انسانیت سے محبت کے بنتے ہیں۔ ماحول کے اَثرات سے اس کے مزاج میں اُلفت و محبت رَچ بس جاتی ہے۔ یہ تربیت اِسے دیگر لوگوں کے ساتھ انسانی بنیاد پر رشتہ قائم کرنے کا خوگر بناتی ہے۔ یوں اس اجتماعیت پرور ماحول میں پرورش پانے والا انسان دوست اور اجتماعیت پسند بن جاتا ہے۔ اَب وہ اسی مزاج کے ساتھ معاشرے میں کردار ادا کرے گا۔ خاندانی رشتوں کی درجہ بدرجہ اہمیت احادیث مبارکہ میں اسی لیے ذکر کی گئی ہے، تاکہ شروع دن سے وہ اپنی سوچ کو درست سانچوں میں ڈھالے، مزاج کو مثبت اور تعمیری بنائے۔ قرآن نے سورہ بقرہ کے شروع میں یہودیوں کی جو سب سے بُری عادت بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ یہ ان خونی رشتوں کو توڑتے ہیں، جن کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے یوں معاشرے میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں۔ انسان دوستی کے برعکس یہودیوں کی خود غرضانہ سوچ کی وَجہ سے اللہ نے اِن پر ذِلت و مسکنت طاری کر دی۔ اس حدیث کی روشنی میں جس نے دنیا میں رشتہ اُلفت قائم کیا ہوگا، اس کی زندگی بھی منظّم، مرتب رہے گی اور روزِ قیامت اللہ اس پر مہربان ہوں گے، جس میں یہ وصف نہیں ہوگا تو اس کو دنیا و آخرت میں رحمت و مغفرت سے محروم کر دیا جائے گا۔

مولانا قاضی محمد یوسف، حسن ابدال

حضرت رُقَیقہ بنت ابی صیفی بن ہاشم بن عبدِمناف رضی اللہ عنہا

حضرت رُقَیقہ بنت ابی صیفی بن ہاشم بن عبدِمناف رضی اللہ عنہا رسول اکرم ﷺ کے والد جناب عبداللہ کی حقیقی چچا زاد بہن اور دادا حضرت عبدالمطلب کی ہم عمر تھیں۔ آپؓ کا نکاح نوفل بن اُہیب بن عبدِمناف سے ہوا تھا۔

آپؓ اسلام قبول کرنے والے پہلے لوگوں میں سے اور بیعت کرنے والی خواتین میں سے ہیں۔ آپؓ نے بہت طویل عمر پائی۔ آپ ﷺ سے بیعت کے وقت وہ بہت معمر تھیں۔ انھوں نے اسلام قبول کیا اور حضورؐ کی صحبت سے مشرف ہوئیں۔ اپنے بیٹے مخرمہ پر اسلام نہ لانے کی وجہ سے سختی کرتیں۔ آپؓ قرآن حکیم میں مذکور خواتین اسلام کے اوصاف سے متصف ہیں۔ آپؓ ’’السّابقون‘‘ کا قرآنی لقب پانے والی خواتین میں شامل ہیں۔ آپؓ بیعت کرنے کی وجہ سے ان عورتوں میں سے ہیں جن کو سورۃ الممتحنہ میں ’’المُبَاعِیَات‘‘ کے لقب سے نوازا گیا ہے۔ اپنی کنیت ’’ام مخرمہ بن نوفل‘‘ سے معروف ہیں۔ آپؓ اہم خواب دیکھنے والی خواتین میں سے ہیں۔ ان کا لقب ’’صاحبة الرّؤیاء‘‘ (اہم خواب والی) تھا، جس کا پس منظر یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے بچپن کا زمانہ تھا، ابھی حضرت عبدالمطلب زندہ تھے اور مکہ کی سرزمین بارش کو ترس گئی تھی۔ انسان، چرند پرند، الغرض! ارضِ حرم بارش کے لیے بے قرار تھی اور قریش پر لگاتار ایسے خشک سال آئے کہ جانوروں کے تھنوں پر بھی قحط آ گیا اور جانوروں کی ہڈیوں کا گودا بھی سوکھ گیا تھا۔ گویا مکہ اور اس کے ارد گرد کا ہر باسی و جان دار متأثر تھا کہ حضرت رُقَیقہؓ نے خواب دیکھا کہ: ’’کہنے والا ان کو کہہ رہا تھا کہ آخری نبی تمھارے اندر موجود ہیں۔ ان کے بزرگ چہرے مہرے اور جسمانی صفات والے اس نوعمر کو لے کر عبدالمطلب دعا کریں تو رحمتِ الٰہی برسنے کو تیار ہے‘‘۔ یہ خواب عام قسم کا خواب نہ تھا، بہت بڑی خبر کا حامل تھا (مکہ و عرب کی معاشی، سماجی حالت بدلنے والی تھی)۔ جناب عبدالمطلب نے اسے سچا خواب سمجھا اور جناب رسالت مآب ﷺ کو ساتھ ملا کر دعا مانگی، جس کے بعد عرب کی زمین جل تھل ہوگئی اور خوب بارش برسی۔ اور اس کے ساتھ ہی حضرت رُقَیقہؓ کو ’’صاحبة الرّؤیاء‘‘ (اہم خواب والی) کا لقب ملا۔

حضرت رُقَیقہؓ نے سردارانِ قریش کے ہجرت کی رات کے ارادوں کو بھانپ لیا اور ان جمع ہونے والوں سے آپؐ کو آگاہی دی کہ آج کی رات کا قصد رکھتے ہیں۔ بعد میں وحیٔ اُلٰہی سے بھی آپؐ کو خبر مل گئی۔ حضرت مسورؓ فرماتے ہیں کہ: ’’آپؐ اپنے بستر سے ہٹ گئے اور حضرت علیؓ نے (آپؐ کے بستر پر) رات گزاری‘‘۔ ان احوال سے معلوم ہوا کہ حضرت رُقَیقہؓ جہاں دیدہ، صائب الرائے، عقل مند و زیرک تجربہ کار خاتون تھیں۔ لوگوں کی حرکات سے اُن کے ارادوں کو بھانپ لیتی تھیں۔ قیاس و ادراک اور نتائج اخذ کرنے اور درست فیصلے کرنے کی بھرپور صلاحیت کی مالک تھیں۔ سیرت کی کتب ان کے سالِ وفات کے بارے میں خاموش ہیں۔ (الاصابہ، الخصائص الکبریٰ، اسد الغابہ، طبقات ابنِ سعد)

www.rahimia.org

راہِ سعادت کا مسافر؛
آخری منزل پر!

ماہنامہ ''رحیمیہ'' لاہور کے مدیر حضرت مولانا محمد عباس شادؒ 3/ دسمبر 2025ء کی شام اس دنیائے فانی سے رُخصت ہوکر عالَمِ بالا میں چلے گئے۔ إنّا للّٰہ وإنّا إلیہ راجعون۔ إنّ فی اللّٰہ عَزاءً مِن کُلِّ مصیبةٍ، وخَلَفًا مِن کُلِّ هالکٍ، وعِوَضًا مِن کُلِّ مَا فَاتَ، فإلی اللّٰہ عزّ وجلّ فأنیبوا''. (الطّبرانی)

مولانا محمد عباس شادؒ حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے متعین کردہ اس راہِ سعادت کے ایسے راہی اور مسافر تھے، جنھوں نے اپنے نوجوانی کے زمانے سے لے کر اب تک اپنا سفرِ زندگی بِتا دیا ہے۔ وہ دس بارہ سال کی عمر میں اس راہ کے مسافر بنے تھے۔ انھوں نے حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ کے تربیت یافتہ خلفا: حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر سے جامعہ اشاعت العلوم چشتیاں میں، حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی سے مدرسہ عربیہ اسلامیہ بورے والا میں اور حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف سے جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں دینی علوم کے ابتدائی اور متوسط درجات کی تعلیم حاصل کی۔ اور پھر 1989ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور سے دورۂ حدیث پڑھ کر دینی علوم کی تکمیل کی۔ اس کے بعد تجوید و قرأت کی تکمیل کی اور عصری تعلیم کے تمام مدارج؛ میٹرک، ایف اے، بی اے اور ایم اے تک تعلیمات بھی طے کیے۔ وہ پنجاب یونیورسٹی کے گریجویٹ تھے۔ گویا کہ دینی علوم اور عصری علوم پر پوری گرفت رکھتے تھے۔ اس طرح اُن میں دینی اور عصری تعلیم حاصل کرنے والے نوجوانوں کی تعلیم و تدریس اور علوم کو صحیح اِفہام و تفہیم کے ساتھ سمجھانے کی اعلیٰ درجے کی صلاحیت موجود تھی۔

مولانا مرحوم اُس راہِ سعادت کے مسافر تھے، جسے اس دور میں حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ نے ولی اللّٰہی افکار کی روشنی میں اپنے گرد و پیش نوجوانوں کے دلوں میں روشن کیا تھا۔ یہ وہ راہِ سعادت ہے، جسے زوال کے دور کے آغاز میں حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ''حُجّةُ اللّٰہ البالغه'' کی ''مبحث السّعادة'' میں سعادت کے حصول کے لیے انبیا علیہم السلام کے طریقۂ کار کا تعین کیا ہے۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ محض عقلی گھوڑے دوڑانے والے ''حکماءِ متألِّهین'' (عقلی تکلف سے الٰہیات کے دعوے دار) اور مجذوب صوفیا کے متعین کردہ راستے کی کمزوریوں کو واضح کرتے ہوئے انبیا علیہم السلام کا متعین کردہ دُنیوی اور اُخروی سعادت کا طریقہ بیان کیا ہے: ''إنّما أئمّتُها المفهَّمون وذو اصطلاحٍ، وهم القائمون برياسة الدّين والدُّنيا معًا، ودعوتُهم هي المقبولة، وسُنّتُهم هي المُتَّبَعة''۔ (حُجّةُ اللّٰہ البالغه) (اس طریقۂ سعادت کے رہنما اور امام وہ سمجھ دار اور ملکیت اور بہیمیت میں اعتدال رکھنے والے لوگ ہیں، جو بہ یک وقت دین اور دُنیا کی ریاست اور حکمرانی قائم کرنے والے ہیں، ان ہی لوگوں کی دعوت انسانیت میں مقبول ہے۔ ان کے متعین کردہ طریقۂ کار کی اتباع کی گئی ہے۔)

اس راہِ سعادت کی جامعیت دینِ اسلام کے تین بنیادی شعبوں؛ شریعت، طریقت اور سیاست پر مشتمل ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی حکمرانی کے خاتمے کے دور میں دین کے ان تینوں شعبوں کے حوالے سے جو اِنحرافات ہوئے، امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے علوم و افکار انھیں دور کر کے شریعتِ محمدیہ کی حقانیت، طریقتِ صادقہ کی تربیت اور سیاستِ نبویہؐ کی جامعیت پر مبنی معارف کا تعارُف کراتے ہیں۔ جس کا آغاز حضرت مجدد الفِ ثانیؒ سے ہوتا ہے اور اس کی تکمیل امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے افکار سے ہوتی ہے۔

برعظیم پاک و ہند میں اورنگزیب عالمگیرؒ کے بعد جو زوال پیدا ہوا، اس کے نتیجے میں دینِ اسلام پر مبنی حکمرانی کی سیاست میں انتشار، شریعت میں جاہل علما کے اِنحرافات اور خشک اور مجذوب صوفیا کی جاہلانہ رسومات کا علاج امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی متعین کردہ ''حکمتِ ولی اللّٰہی'' میں پنہاں تھا۔ خاص طور پر ایسٹ انڈیا کمپنی کے قائم کردہ نوآبادیاتی دور (1757ء تا 1857ء) کے تسلط کے زمانے میں امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے قائم کردہ ''مدرسہ رحیمیہ دہلی'' کے تربیت یافتہ علمائے ربانیین نے دین کی اس جامعیت پر مبنی اس درست راہِ سعادت کو قائم رکھا۔ ولی اللّٰہی سلسلے سے وابستہ علمائے ربانیین نے ان تینوں شعبوں میں مسلمانوں کی رہنمائی کی اور دین کے فروغ کے لیے تجدیدی کردار ادا کیا۔

1857ء کی جنگِ آزادی کے بعد اس خطے میں براہِ راست برطانوی شہنشاہیت کا سامراجی نظام قائم ہوا۔ شریعت پر مبنی نظام ختم کر دیا گیا۔ طریقت کے خلاف زہر اُگلا گیا اور دینِ اسلام کی سیاست کے خلاف ایسے لیڈر تیار کیے گئے، جو سامراجی سیاست کے آلہ کار اور اُن کے معاشی نظام کو فروغ دینے کے لیے کردار ادا کرنے والے تھے۔

اس دور میں ''حکمتِ ولی اللّٰہی'' کی اَساس پر حضرت الامام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، امامِ ربانی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے دارالعلوم دیوبند قائم کیا اور اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق امدادُ اللّٰہی، قاسمی اور رشیدی حکمتِ عملی متعین کی۔ اس کی اَساس پر تربیت یافتہ علمائے ربّانیّین تیار کیے۔ شریعت کے بنیادی عقائد اور احکاماتِ شرعیہ میں رسوخ کی تعلیم کا اہتمام کیا۔ تزکیۂ قلوب کے لیے طریقت کا جامع راستہ اختیار کیا۔ نیز غلامی کے اس زمانے میں قومی آزادی و حریت اور دین کے غلبے کی جدوجہد پر مبنی سیاستِ نبویہؐ کے لیے ہر طرح کی قربانی دینے والے رہنما تیار کیے۔ چناں چہ اس دور میں ان کے تربیت یافتہ علما میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اور اُن کے رفیقِ خاص حضرت اقدس عالی شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ جیسے اہم ترین علما نمایاں حیثیت رکھتے ہیں، جنھوں نے شریعت، طریقت اور سیاست کے جامع دینی طریقۂ کار پر مبنی راہِ سعادت کو قائم رکھا اور اس حوالے سے اُن حضرات کے فیض یافتہ علمائے ربانیین نے بڑا تجدیدی کردار ادا کیا۔

1947ء کے بعد جدید نوآبادیاتی دور میں برعظیم پاک و ہند کے عظیم خطے کو تقسیم در تقسیم کے عمل سے گزار کر دین کی تعلیمات پر مبنی قومی سیاست سے اِنحراف کر کے

www.rahimia.org

سامراج کی آلہ کار سیاست کو فروغ دیا گیا۔ اسی طرح شریعت کی جامع تعلیمات کی تعلیم وتربیت کے بجائے شریعت کے چند جزوی مسائل پڑھنے پڑھانے کا اور اُس کی بنیاد پر گروہیت اور فرقہ واریت پیدا کرنے کو فروغ دیا گیا اور رسمی خانقاہوں کے ذریعے سے طریقت محض تعویذ گنڈے اور لوگوں سے نذر و نیاز وصول کرنے کا عنوان بنا لیا گیا۔ چناں چہ ملکی سیاسی پارٹیوں نے ''اسلامی ٹچ'' کے ساتھ خاندانی لمیٹڈ کمپنیوں کی صورت اختیار کرلی۔ کہیں شریعت کے مسائل فروخت کیے جا رہے تھے تو کہیں تصوف اور طریقت کے نام پر لوگوں کو بے وقوف بنایا جا رہا تھا۔

ایسے ماحول میں حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ نے شریعت، طریقت اور سیاست کی جامع اَساس پر مبنی اُس راہِ سعادت کا انتخاب کیا، جس میں ایسے نوجوان تربیت یافتہ علما تیار ہوں، جو ''القائمون بریاسة الدّین و الدُّنیا معًا'' بہ یک وقت دین ودنیا کی حکمرانی قائم کرنے کے نقطۂ نظر سے اپنی زندگی کو اُستوار کریں۔

اس دور میں حضرت رائے پوریؒ نے سنجیدہ اور صالح نوجوانوں کو شعوری طور پر اپنے ساتھ وابستہ کرکے دین کے ان تینوں شعبوں کی دینی جامعیت کا فہم اور شعور پیدا کیا۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی اختیار کردہ حکمتِ عملی کے مطابق؛ دیوبند اور علی گڑھ دونوں کے تعلیم یافتہ کو حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ نے ایک جگہ جمع کیا اور دین کے تمام شعبوں کی تعلیم وتربیت دے کر نوجوان رُفقا اور علما تیار کیے۔ چناں چہ آپؒ نے اسی پسِ منظر میں اکابر علما؛ حضرت مولانا محمد الیاس دہلویؒ کا ایک اہم مکتوب اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کی ایک تقریر پر مشتمل پمفلٹ ''شریعت، طریقت اور سیاست'' کے عنوان سے مرتب کرا کے ولی اللّٰہی فکر سے وابستہ نوجوانوں کی شعوری تربیت کے لیے شائع کیا۔ پھر ان تینوں شعبوں میں مہارت رکھنے والے مخلص علما اور عصری تعلیم کے تعلیم یافتہ نوجوانوں کی ایک کھیپ تیار کی۔ آپؒ کی اس علمی اور عملی جدوجہد کو دور کے مطابق ''حکمتِ سعیدیہ'' سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ نے مدارس کے طلبا، علما اور یونیورسٹیز اور کالجز کے گریجویٹس، شیخ الہندؒ کی اتباع میں ایک جگہ جمع کر کے تعلیم وتربیت اور نظم و انتظام کا ایسا حسین امتزاج پیدا کیا تھا کہ جس میں نہ صرف اعلیٰ علمی صلاحیتوں کو نکھارا جاتا تھا، بلکہ اُمور کو سرانجام دینے کے لیے نظم ونسق قائم کرنے کی انتظامی صلاحیت بھی بہت عمدگی سے پیدا ہو جاتی تھی۔ مولانا محمد عباس شادؒ نے حضرت اقدس رائے پوریؒ کی قائم کردہ اجتماعیت سے بھرپور فائدہ اُٹھاتے ہوئے انتظامی اُمور کی انجام دہی میں بھی کمال حاصل کیا اور پوری زندگی مختلف شعبوں سے متعلق انھوں نے اپنے ذمے جو علمی اور عملی اُمور بھی لیے، انھیں انتہائی سلیقے اور نظم ونسق کے ساتھ پورا کیا۔ انتظامی صلاحیت میں یہ بات بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ پیش آمدہ معاملات کے بنیادی حقائق سمجھے جائیں۔ اُن کی قرار واقعی حیثیت کے مطابق درجہ بندی کی جائے، پھر اُن کی انجام دہی کے لیے ذمہ دار اور باصلاحیت افراد کا انتخاب کیا جائے اور پھر اُن کی انجام دہی کے لیے اوقات کا طے شدہ ایسا شیڈول تیار کیا جائے، جو عملی طور پر ممکن بھی ہو اور نتیجہ خیز بھی ہو۔

مولانا مرحوم نے حضرت اقدس رائے پوریؒ اور اُن کی قائم کردہ اجتماعیت سے ان تمام انتظامی اُمور کے مراحل کو پوری طرح سمجھا اور اُن کے ذمے جو کام بھی لگایا گیا، اُسے انھوں نے حضرت اقدس رائے پوریؒ کے ایک تربیت یافتہ سپاہی کے طور پر بڑے سلیقے اور مہارت کے ساتھ مفوضہ ذمہ داریوں کو پورا کیا۔ اس کا سب سے بڑا مظہر اُن کا ولی اللّٰہی علوم وافکار کی نشر واشاعت سے متعلق طباعتی ذمہ داریوں کو پورا کرنا تھا۔ انھوں نے گزشتہ صدی میں نوے کی دہائی سے طباعتی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ ولی اللّٰہی سلسلے کے علما کی بکھری ہوئی تحریرات کو جمع کر کے بڑے سلیقے سے شائع کیا۔ خاص طور پر امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے دروسِ قرآن کی انقلاب سیریز کو ''قرآنی شعورِ انقلاب'' کے عنوان سے مرتب کر کے شائع کیا۔ اسی طرح حضرت سندھیؒ کے ربیب اور خاص تربیت یافتہ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے تمام خطبات جمع کر کے اس کی تبویب وترتیب قائم کر کے ''خطباتِ لاہوری'' (6 جلد) کے عنوان سے شائع کیا۔ نیز ''تفسیر ابنِ عباسؓ'' کا اُردو ترجمہ کرا کے بڑے سلیقے سے کئی جلدوں میں شائع کیا۔

2001ء میں حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ نے ادارہ رحیمیہ قائم کیا تو اُس کی تمام مطبوعات بڑے سلیقے کے ساتھ شائع کیں اور جب 2009ء میں ماہنامہ ''رحیمیہ'' لاہور کا آغاز ہوا تو اُس کے مدیر کی حیثیت سے اس کی ترتیب وتدوین سمیت تمام انتظامی ذمہ داریوں کو بڑی حسن وخوبی سے پورا کیا اور اپنی وفات تک مسلسل سترہ سال ان ذمہ داریوں کو سرانجام دیا۔ اسی طرح اپریل 2013ء سے نومبر 2025ء تک انھوں نے پورے تسلسل کے ساتھ ''رحیمیہ'' کے اداریے ''شذرات'' کے عنوان سے تحریر کیے۔ دسمبر 2025ء کا شمارہ بھی انھیں کے زیرِ انتظام مرتب ہوا۔ جب بیماری کی شدت بڑھی تو اس وجہ سے باوجود کوشش کے دسمبر کا اداریہ نہ لکھ پائے۔ اس طرح آخر وقت تک ''رحیمیہ'' کی تحریر وترتیب سے لے کر طباعت اور اشاعت تک کی تمام ذمہ داریوں کو حسن وخوبی کے ساتھ سرانجام دیتے رہے۔ اسی طرح سہ ماہی مجلّہ ''شعور وآگہی'' لاہور کا آغاز بھی 2009ء میں ہوا۔ اس کی ادارت کی ذمہ داریاں بھی انھوں نے نبھائیں۔ اسی سال ''رحیمیہ مطبوعات لاہور'' کے نام سے نشر واشاعت کا ایک ادارہ قائم کیا، اس کی تمام مطبوعات بہت عمدہ طریقے سے شائع کیں۔

راہِ سعادت کے اس مسافر حضرت مولانا محمد عباس شادؒ کا اس دنیا سے رُخصت ہو جانا حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے متوسلین اور ادارہ رحیمیہ کے منتظمین اور متعلقین کے لیے بڑا سوہانِ روح ہے۔ اب اس راہ کا مسافر آخرت کی منزل پر پہنچ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے مشائخ رائے پور کی معیّت نصیب فرمائے، اُن کی لغزشوں کو معاف کر کے اُن درجات بلند فرمائے۔ اور اعلیٰ علّیّین میں جگہ نصیب فرمائے۔ (آمین) (مدیرِ اعلیٰ)

www.rahimia.org

''قلب'' سے متعلق ''مقامات'' (2)

مترجم: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''حُجّةُ اللّٰہِ البالِغہ'' میں فرماتے ہیں:

(قلب کے مقامات میں سے پہلا مقام ''جمعیتِ قلب'' ہے۔ اس کا نتیجہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی ''حُبِّ خاص'' کا پیدا ہونا ہے۔)

(حُبِّ خاص کے آثار اور نتائج)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''جس آدمی نے اللہ تعالیٰ کی خالص محبت کا ذائقہ چکھ لیا، وہ اس میں مشغول ہونے کی وجہ سے دنیا کی طلب سے دور ہو جاتا ہے اور یہ محبت اُس کو تمام انسانوں سے (کوئی اُمید رکھنے سے) باز رکھتی ہے''۔ (احیاء العلوم، ج:4، ص:285)

جب اپنے ربّ سے مؤمن کی یہ خاص محبت مکمل ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی محبت بھی اُس کے لیے خاص ہو جاتی ہے۔ اللہ کے لیے اپنے بندے کی محبت کی حقیقت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کی محبت سے کسی انفعالی کیفیت میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس طرح کی انفعالی کیفیات سے بہت بلند تر ہے۔ (حضرت سندھیؒ فرماتے ہیں: ''ایسا نہیں جیسا کہ کسی مخلوق کی مخلوق کے ساتھ کی جانے والی محبت کی کیفیت' انفعالی ہوتی ہے''۔)

اللہ کی بندے کے ساتھ محبت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس بندے کی استعداد کے مطابق اُس کے ساتھ خاص معاملہ کرتے ہیں۔ اُس کی مثال ایسے ہے کہ سورج کی گرمی دیگر چیزوں سے زیادہ کسی صاف اور شفاف اور چمک دار جسم کو گرم کر دیتی ہے۔ جب کہ حقیقت میں سورج کی گرمی ایک جیسی ہوتی ہے، لیکن زمین پر اُس گرمی کو قبول کرنے والی اشیا کی استعداد کے مطابق مختلف نتائج کی حامل ہوتی ہے (مثلاً برف پر پڑنے والی سورج کی حرارت اُسے پگھلا دیتی ہے اور ٹھوس لوہے اور شفاف آئینے پر پڑنے والی سورج کی حرارت اُس کو گرم کر دیتی ہے)۔ ایسے ہی اللہ تبارک و تعالیٰ کی اپنے بندوں کے نفوس پر عنایت بھی بندوں کی صفات اور افعال کے مطابق ظاہر ہوتی ہے:

☆ پس لوگوں میں سے جو آدمی ایسی بُری صفات سے متصف ہوتا ہے، جو کہ اُسے جانوروں میں داخل کر دینے والی ہیں تو مقامِ احدیتِ الٰہی کے سورج کی روشنی اُس کی استعداد کے مطابق اُس کے ساتھ (برا) معاملہ کرتی ہے۔

☆ اور جو آدمی ایسی عمدہ صفات سے متصف ہوتا ہے کہ جن کے سبب سے انسان ملاءِ اعلیٰ کی گنتی میں شمار ہو جاتا ہے تو مقامِ احدیتِ الٰہی کے سورج کی روشنی اُس میں نور کی ضیا پاشی کرتی ہے، یہاں تک کہ وہ انسان حظیرۃ القدس کے جواہر میں سے ایک جوہر بن جاتا ہے اور اُس پر ملاءِ اعلیٰ کے احکامات کا بہاؤ ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں کہا جاتا ہے کہ اُس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کے ساتھ ایسا معاملہ فرمایا ہے، جیسا کہ ایک محبت کرنے والا اپنے محبوب کے ساتھ کرتا ہے۔ ایسی صورت میں اس بندے کا نام ''ولی'' رکھا جاتا ہے۔

(اس مقام کے نتیجے میں اولیاء اللہ کے احوال)

پھر اللہ تعالیٰ کی اس بندے کے لیے یہ ''خاص محبت'' اُس میں ''احوال'' اور ''کیفیات'' پیدا کرتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ان احوال کو مکمل طور پر بیان فرمایا ہے:

(1۔ بندے کی دنیا میں مقبولیت)

اُن میں سے ایک حالت یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے ملاءِ اعلیٰ کے فرشتوں میں اُس کے لیے قبولیت کا نزول ہوتا ہے۔ پھر زمین میں بھی اُس کی یہ قبولیت پیدا ہو جاتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: ''بے شک جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو وہ جبریل علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہے: ''بے شک مَیں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں، لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو''۔ فرمایا: ''جبریل علیہ السلام اس سے محبت کرتے ہیں، پھر وہ آسمان والوں میں منادی کرتے ہیں: ''بے شک اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے، لہٰذا تم اس سے محبت کرو''، آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں، پھر زمین والوں (کے دلوں) میں اس کی مقبولیت پیدا کر دی جاتی ہے''۔ (صحیح مسلم، حدیث:6705)

مَیں کہتا ہوں کہ: جب عنایتِ الٰہیہ اس بندے کی طرف محبت کی صورت میں متوجہ ہوتی ہے تو اُس کی محبت ملاءِ اعلیٰ میں اس طرح منعکس ہوتی ہے، جیسا کہ سورج کی روشنی صاف شفاف آئینوں میں منعکس ہوتی ہے۔ پھر ملاءِ سافل کے دل میں اُس بندے کی محبت کا الہام کیا جاتا ہے۔ پھر زمین والوں میں سے جو لوگ اس کی استعداد رکھتے ہیں، ان میں اس بندے کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح، جیسے نرم زمین' پانی کے بہاؤ کی وجہ سے پانی کی نمی کو چوس کر سیراب ہو جاتی ہے۔

(2۔ ولی کے دشمنوں کے خلاف اعلانِ جنگ)

اُس بندے کے دشمنوں کو رُسوائی اور ذِلت حاصل ہوتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی یہ بات نقل فرمائی ہے کہ: ''جس نے میرے ولی کے ساتھ دشمنی رکھی، پس مَیں اُس کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہوں''۔ (صحیح بخاری، حدیث:6502)

مَیں کہتا ہوں کہ: جب اللہ تعالیٰ کی محبت' ملاءِ اعلیٰ کے نفوس کے آئینے میں منعکس ہوتی ہے، پھر زمین والوں میں سے کوئی مخالف اُس کی مخالفت کرتا ہے تو ملاءِ اعلیٰ اس مخالفت کو بالکل اسی طرح محسوس کرتا ہے، جیسا کہ ہم میں سے کسی آدمی کے قدم پر کوئی آگ کا انگارا گر جائے تو اُسے محسوس ہوتا ہے۔ پس ملاءِ اعلیٰ کے نفوس میں سے ایسی نفرت اور بُغض کی شعاعیں نکلتی ہیں، جو اُس مخالف کا گھیراؤ کر لیتی ہیں۔ پس اس وقت وہ آدمی ذلیل ہوتا ہے اور اُس پر تنگی پیدا ہو جاتی ہے اور ملاءِ اعلیٰ، سافل میں موجود فرشتے اور زمین پر بسنے والے لوگوں کو اِلہام کیا جاتا ہے کہ اُس ولی کی مخالفت کرنے والے کے ساتھ بُرا سلوک کریں۔ اور یہی اللہ تعالیٰ کا اُس مخالف کے خلاف جنگ کرنا ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ، ابواب الاحسان، باب:4، المقامات والاحوال)

www.rahimia.org

اسلامی دور کی ناقابلِ فراموش شخصیات

مفتی محمد اشرف عاطف، لاہور

سلطان محمد فاتح کی قسطنطنیہ پر حملے کی تیاری

ہم نے گزشتہ شمارے میں ذکر کیا تھا کہ تُرک حکمران یہ سمجھتے تھے کہ قسطنطنیہ (استنبول) اگر ان عیسائی سازشی حکمرانوں کے تسلط میں رہا تو عثمانی سلطنت کے ایشیائی اور یورپی صوبوں کے درمیان رابطہ اور تعلق مشکلات کا شکار رہے گا۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس شہر پر ان سازشی عناصر کا تسلط ختم کیا جائے۔ یہ بنیادی سبب شہزادہ محمد ثانی جیسے حکمران کو فتح قسطنطنیہ پر آمادہ کرنے کے لیے محرک بنا۔

قسطنطنیہ پر حملے کی تیاری: شہزادہ محمد نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کرنے سے پہلے بیرونی خطرات کا امکانی حد تک سدِباب کیا۔ کرمانیہ کے امیر سے صلح کرلی اور اس کی لڑکی سے نکاح کرلیا۔ شمالی یورپ سے ممکنہ خطرے کا راستہ روکنے کے لیے ہونیاڈے جو مشہور یورپی سپہ سالار تھا، اس کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھایا۔ ان تدابیر کو بروئے کار لاکر اب وہ قسطنطنیہ کی طرف متوجہ ہوا۔ سب سے پہلے شہزادہ محمد نے آبنائے باسفورس کے یورپی ساحل پر جو قسطنطنیہ سے تقریباً پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر تھا، ایک زبردست قلعہ تعمیر کرانا شروع کیا، جس پر قسطنطین نے احتجاج بھی کیا۔ اس نے یہ باور کرلیا کہ یہ تیاری قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کے لیے ہورہی ہے۔ اس نے خوف زدہ ہوکر شہر کا گیٹ بند کرادیا اور شہزادہ محمد سے ایک وفد کے ذریعے شکایت کی، جس کا جواب شہزادہ محمد نے اعلانِ جنگ سے دیا۔

جدید قلعہ موسم سرما سے قبل تیار ہوگیا۔ اب آبنائے باسفورس تمام تر ترکوں کے قبضے میں تھی۔ کوئی کشتی یا جہاز اِن کی اجازت کے بغیر اس سے گزر نہیں سکتا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے ''ادرنہ'' میں ڈیڑھ لاکھ فوج جمع کی، لیکن جنگ میں کامیابی کے لیے فوج کی کثرت ہی کافی نہ تھی۔ اس لیے کہ یہ شہر مثلث نما تھا، جس کے دو حصے پانی سے گھرے ہوئے تھے: جنوب میں ''بحرِ ماموَر'' اور شمال میں ''خلیجِ زریں''۔ بری افواج صرف تیسری طرف، یعنی مغرب کی طرف سے حملہ کرسکتی تھیں، لیکن اس طرف شہر کی حفاظت کے لیے تین بلند و بالا دیواریں تھیں، جو توپوں کی ایجاد سے پہلے ہر طرح کے حملے سے شہر کو محفوظ کیے ہوئے تھیں۔ اندر کی دو دیواریں بہت موٹی تھیں۔ ان پر ایک سو ستر فٹ کے فاصلے پر مضبوط برج بنائے گئے تھے۔ ان دیواروں کے درمیان ساٹھ فٹ کا فاصلہ تھا۔ مزید یہ کہ باہر کی جانب دوسری اور تیسری دیوار کے بیچ ساٹھ فٹ چوڑی ایک خندق تھی، جو سو فٹ گہری تھی۔ یہ دیواریں پانچویں صدی عیسوی کے اس وقت کے بادشاہ نے تعمیر کرائی تھیں اور اب تک اِکیس حملوں میں حملہ آوروں سے شہر کو محفوظ رکھ چکی تھیں۔ ضروری تھا کہ ان دیواروں کو کسی طرح سے توڑا جائے۔

اُدھر کچھ عرصے سے ترکوں اور یورپین حکمرانوں نے جنگوں میں توپوں کا استعمال شروع کردیا تھا، لیکن اس وقت جو توپیں دستیاب تھیں، شہزادہ محمد نے ان کو ناکافی سمجھتے ہوئے ہنگری سے ایک انجینئر بلایا، جو توپ بنانے کا کام کرتا تھا۔ (بقیہ صفحہ:12 پر)

ملکی معیشت

محمد کاشف شریف، راولپنڈی

معیشت کے لیے عفریت

ہماری سماجی، سیاسی اور معاشی حالتِ زار کی داستانیں اور تفصیلات بے شمار ہیں۔ آج کی ٹیکنالوجی نے اس کی تشہیر کے عمل کو پہلے سے کہیں مؤثر کردیا ہے۔ اس سے پہلے محض نظام کے ہماری زندگیوں پر اثرات کا شعور دینا ایک مشکل اور طویل عمل تھا۔ بات یہ ہے کہ ہم نے دہائیوں کی دہائیاں گزار دیں اور اپنے بنیادی معاشی مسائل حل کرنے سے اب تک قاصر ہیں۔ جیسے پاکستان کا اندرونی نظام اس کشمکش میں ننگا ہو چکا ہے، یوں ہی عالمی نظام اس بوسیدہ اور ناکارہ جسم کو کیسے زندہ رکھے ہوئے ہے؟ اس کا بھی اب اکثریت کو ادراک ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ پاکستان کو دیوالیہ ہونے سے بچالیا گیا ہے۔ بجٹ کے خسارے پر کافی کام ہوا۔ جہاں ٹیکسز میں بے پناہ اضافہ کردیا گیا، تجارتی خسارے کو کم کیا گیا اور ضروری درآمدات کو بھی روک دیا گیا، لیکن لگژری سامان پر پابندی نہ لگ سکی۔ سیاسی میدان میں بھی کامیابی سے ہم خیال جماعتوں کو مستحکم پوزیشن حاصل کرنے میں مدد دی گئی، تاکہ سیاسی ابتری نامی چیلنج سے بچا جاسکے اور توجہ ملکی ترقی پر لگے۔ عدلیہ کو بھی غیر ضروری تحریک سے بچانے کے لیے دو حصوں میں تقسیم کردیا گیا، تاکہ اُن کا وقت ضائع نہ ہو اور مقدمات کا فیصلہ جلد ہوسکے۔ میڈیا اب خلیجی ممالک کی طرز پر کنٹرول کیا جارہا ہے، تاکہ عمومی خبروں اور تجزیات کے ذریعے ہیجان پیدا کرنے سے گریز کیا جائے، کیوں کہ ملک ایسی ہیجانیت کا متحمل نہیں ہوسکتا اور رہی انتظامیہ' اسے تو پہلے سے ہی معتوب کرلیا گیا تھا۔

چناں چہ نظام کو چلانے والے تمام ادارے یکسو ہوکر ملکی ترقی کے لیے کردار ادا کرنے کے لیے گویا تیار ہوچکے۔ خواہش یہ ہے کہ پاکستان میں سرمایہ کاری آئے اور نہ صرف بیرونی بلکہ مقامی سرمایہ کار یہاں کاروبار کریں اور بالخصوص صنعتی اور آئی ٹی کے شعبہ جات میں آگے بڑھیں۔ اس مقصد کے لیے شرح سود میں خاطر خواہ کمی کردی گئی ہے اور رئیل اسٹیٹ جیسے شعبوں کو کافی حد تک محدود کردیا گیا ہے اور ان ہی دنوں سٹاک ایکسچینج اور کرپٹو کرنسی کا جادو سر چڑھتا جارہا ہے، لیکن مسئلہ جوں کا توں ہے۔ بے روزگاری عروج پر ہے، یعنی سرمایہ کاری نہیں ہورہی، پیسہ بینکوں سے نکل کر پیداواری کاموں پر نہیں لگ رہا، بلکہ ہُنڈی کی شکل میں بیرونِ ملک جارہا ہے، یا سونے اور چاندی کی خریداری پر جارہا ہے۔ خود SIFC والے کہتے ہیں کہ جب تک ٹیکس اور شرح سود کم نہیں ہوگی اور یہ پکڑ دھکڑ کا کام کم نہیں ہوگا، اس وقت تک ملک میں سرمایہ کاری نہیں ہوگی۔ عوام کا غالب طبقہ اس وقت عمران خان سے امیدیں لگا کر بیٹھا ہے اور جب تک یہ معاملہ کوئی رُخ نہیں لے گا، اس وقت تک معاشی حرکت بھی کوئی رُخ اختیار نہیں کرے گی۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ یہ وہ ہڈی ہے جو نہ نگلی جاتی ہے اور نہ اُگلی جاتی ہے۔ نظام ایسے پراجیکٹ جنم دیتا رہتا ہے جو بعدازاں عفریت بن جاتے ہیں۔ (بقیہ صفحہ:12 پر)

www.rahimia.org

خطبات و بیانات

رپورٹ: سیّد نفیس مبارک ہمدانی، لاہور

موت کی اٹل حقیقت

5/دسمبر 2025ء کو حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور میں خطبہ جمعہ دیتے ہوئے فرمایا:

''معزز دوستو! موت ایک ایسی تلخ حقیقت ہے جس سے دنیا میں کسی نفس کو چھٹکارا نہیں ہے: ''اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو اس مٹی سے پیدا کیا تو مٹی نے اللہ سے شکایت کی کہ میرے حصے سے آپ نے ایک مخلوق پیدا کر دی ہے۔ تو اللہ نے فرمایا: ''تسلی رکھو! یہ مٹی جو تم سے لی گئی ہے، تمھیں واپس لوٹا دی جائے گی''۔ (تفسیر بغوی، 3- آلِ عمران: 185) ہر انسان جو اس کرۂ ارض پر آتا ہے، جس کی جسمانی تخلیق ہوتی ہے، اس کے لیے موت بھی لکھی گئی ہے۔ اللہ پاک نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ: ''موت اور زندگی کو پیدا کیا، تاکہ تمھیں آزمائے'' (67- الملک: 2) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے موت کا تذکرہ پہلے کیا ہے، زندگی کا بعد میں۔ کیوں کہ سب سے پہلی حقیقت موت ہے۔ موت ایک عدمی چیز نہیں ہے، زندگی کا خاتمہ نہیں ہے۔ یہ وجود کے ایک دائرے سے نکل کر، دوسرے میں داخل ہونا ہے۔ اس لیے اس کو تخلیق کہا گیا کہ موت کے بعد انسان ایک نئی تخلیق میں چلا جاتا ہے۔

انسان کی جسمانی ساخت یہاں کی مٹی سے بنتی ہے۔ اس کا بدن ماں کے پیٹ میں بنا، پھر پیدا ہونے کے بعد یہاں کی اس مٹی سے بنی غذائیں کھائیں، یہاں کی آب و ہوا استعمال کی، یہاں کے سورج سے توانائی لی، چاند سے چاندنی لی، فضاؤں کی مہک سے مہکا، اور اپنے گرد و پیش میں موجود اشیا کو استعمال کیا۔ نباتات استعمال کیں، معدنیات کھائیں، اور حیوانات استعمال کیے۔ جو لقمہ اس کے پیٹ میں جاتا تھا اور جس سے اس کا بدن بنتا تھا، اُس کا پورا عمل مکمل ہو جاتا ہے۔ موت کے بعد انسان کی دنیا میں بننے والی ساخت اور شکل وصورت سر سے بدل جاتی ہے، اور ایک نئے جہان میں انسان پہنچ جاتا ہے۔ اس نے اس دنیا میں جسمانی طور پر جو کچھ حاصل کیا ہوتا ہے، وہ یہیں رہ جاتا ہے۔ اسی لیے دنیا کو قرآن حکیم میں ''متاع'' کہا گیا ہے۔ ''متاع'' عربی میں اس چیز کو کہتے ہیں کہ جس کو ضرورت کے وقت انسان استعمال کرتا ہے اور جب ضرورت پوری ہو جاتی ہے تو اسے پھینک دیا جاتا ہے۔

انسان دنیا کے جس ماحول میں پرورش پاتا ہے، اس کی روح اس کے مطابق پرورش پاتی ہے۔ اگر اس کی روح اللہ والوں کی صحبت میں پرورش پائے تو وہ پاکیزہ ہو جاتی ہے۔ اگر شریر لوگوں اور طاغوتوں کی محفل اور ان کی صحبت میں حصہ بن کر پرورش پائے، تو روح بگڑتی چلی جاتی ہے۔ دنیا میں کیے گئے اعمال اور اَخلاق اس کی روح کے ساتھ چپک جاتے ہیں۔ وہ جسمانی وجود کی طرح اس سے الگ نہیں ہوتے۔ جیسے ہی انسان اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اسی بگڑی ہوئی یا پاکیزہ روح کے مطابق اس کی سزا و جزا کا عمل شروع ہو جاتا ہے''۔

موت کے بعد کی منزل

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''موت کے بعد قبر میں جاتے ہی حساب کتاب کے مراحل شروع ہو جاتے ہیں۔ اگر انسان کے مجموعی اخلاق، کردار، اعمال خیر کے تھے، خدا پرستی اور انسان دوستی کے تھے، تو وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بھی سوال کا جواب صحیح دے گا، محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں سوال ہوگا تو وہ بتلائے گا کہ ہاں ہمارے نبی ہیں، اور میرا ان کے ساتھ یہ تعلق ہے، میری دلی محبت ان کے ساتھ ہے۔ کیوں کہ اس کی روح اعمالِ خیر پر مبنی تھی اور اسی کے مطابق اس کے ساتھ جنت والا معاملہ کیا جائے گا۔ اور جو شخص دنیا میں شک میں مبتلا رہا، نفاق یا کفر کی حالت میں رہا، وہ کہے گا کہ مجھے نہیں پتہ اللہ اور رسول کا، لوگ کہتے تھے محمدؐ نبی ہیں تو میں نے بھی کہہ دیا محمدؐ نبی ہیں، لوگ کہتے تھے اللہ ایک ہے میں نے کہہ دیا اللہ ایک ہے، بلکہ وہ سرے سے انکار ہی کر دے گا۔ اس کے مطابق اس روح کے ساتھ جہنم والا معاملہ ہوگا۔ اس کا کھانا پینا، لباس، رہائش، سب کچھ جہنم والا ہوگا۔ کیوں کہ اس کی روح شر اور بداَخلاقی کی لپیٹ میں رہی ہے۔

جب تک تمام انسانوں کا قیامت کے دن احتساب شروع نہیں ہوتا، اس وقت تک ان کی روحیں اچھی یا بُری مزید پرورش پاتی رہتی ہیں اور اسی عالم برزخ میں درجہ بدرجہ آگے بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ جیسے انسان دنیا میں بچہ پیدا ہوتا ہے، پھر نشو ونما پاتا ہے، ایسے ہی دنیا سے جانے کے بعد وہ اگلے جہان کا گویا بچہ ہوتا ہے۔ اس بچے کی پھر اگلی ارتقائی شکل اُس عالم کے اعتبار سے بنتی ہے۔ اس کا ایک مثالی وجود بنتا ہے، جسم بنتا ہے، اُسے اچھی یا بُری تمام غذائیں ملتی ہیں۔ اسی لیے جو قدیم زمانے کی روحیں وہاں گئی ہوئی ہیں، وہ ارتقا کے بہت سارے مراحل طے کر چکی ہیں، اور ان میں سے جو مقربین بارگاہ الٰہی ہیں، وہ ''حظیرۃ القدس'' کے ممبر بن کر آگے کا سلسلہ چل رہا ہوتا ہے۔

دنیا سے جانے کے بعد جماعتوں کا بھی ایسا ہی تسلسل چلتا ہے۔ انبیا کی اُمتوں کا بھی ایسے ہی ارتقا ہوتا ہے۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کے خانوادوں کا بھی ارتقا چلتا ہے۔ جن کی روحوں نے شیخ عبدالقادر جیلانی کے فیض سے صحبت حاصل کی تو سلسلہ قادریہ میں ان کا ارتقا ہوتا ہے۔ اسی طرح کسی کا چشتی سلسلے سے، کسی کا نقشبندی سلسلے سے، کسی کا سہروردی سلسلے سے ارتقا ہوتا ہے۔ جس طرح کے خانوادوں سے وہ فیض حاصل کرتا ہے، اسی کے مطابق انھیں مشائخ کی ارواح کے جھرمٹ میں وہ ترقیات کی منازل طے کرتا چلا جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: ''روحوں کے بھی لشکر ہوتے ہیں''۔ (صحیح بخاری) ان میں کفر و نفاق والی روح کے لشکر شکست کھا جاتے ہیں اور انبیا کے لشکر غالب رہتے ہیں اور مزید ترقیات حاصل کرتے جاتے ہیں۔ غالب وہ آتے ہیں جو دنیا میں سیاسی طاقت پیدا کر کے اپنا نظام بناتے ہیں۔ انبیا کے لشکروں میں سب سے طاقت ور لشکر نبی اکرمؐ اور آپؐ کی اُمت کے ہوں گے، جنھوں نے کل انسانیت پر غلبہ حاصل کیا''۔

www.rahimia.org

یقظان طبع مولانا محمد عباس شادؒ کی الم ناک جدائی

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہ نے مزید فرمایا:

’’ہمارے دیرینہ رفیقِ محترم مولانا محمد عباس شادؒ 55 سال کی عمر میں دنیا سے تشریف لے گئے ہیں۔ اللہ نے دنیا میں ان کی اتنی ہی زندگی لکھی تھی۔ انھوں نے بچپن سے ہی خانقاہوں کے ماحول میں تربیت پائی تھی۔ سب سے پہلے خانقاہِ سراجیہ کندیاں شریف میں، جب حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ موجود تھے، وہ اپنے نقشبندی سلسلے کے جانشین ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے بھی خلیفہ تھے۔ اس کے بعد جامعہ اشاعت العلوم چشتیاں، مدرسہ عربیہ اسلامیہ بورے والا، جامعہ رشیدیہ ساہیوال اور جامعہ اشرفیہ لاہور ایسے عظیم تعلیمی اداروں میں ان کی تعلیمی پرورش ہوئی۔ حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے تربیت یافتہ حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی کے دروسِ قرآن نے اُن کی زندگی کا رُخ طے کیا۔ وہیں سے ان کا حضرت شاہ سعید احمد رائے پوریؒ سے تعلق قائم ہو گیا اور اُن کی صحبت سے کسبِ فیض کیا۔

حضرت رائے پوری رابعؒ کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ جس آدمی میں جس شعبے کی صلاحیت دیکھتے تھے، اس کو اس شعبے کے رُخ پر ڈال دیتے تھے۔ اس طرح حضرت اقدسؒ نے رہنما پیدا کیے۔ مولانا عباس شادؒ کو کتابیں پڑھنے، تحریر لکھنے اور طباعت کے اُمور میں دلچسپی تھی تو انھیں اس شعبے کی طرف رہنمائی کی۔ انھیں مفید مشوروں سے نوازا۔ اس کاروبار میں انویسٹمنٹ کر کے ان کا حوصلہ بڑھایا۔ اس طرح ان کی علمی اور عملی صلاحیتوں کو پالش کیا۔ مولانا مرحوم نے اس میدان میں ترقی کی اور طباعتی حوالے سے بہت اہم خدمات سرانجام دیں۔ اکابرین کی بہت سی اہم کتابیں، جو نظروں سے اوجھل تھیں، انھیں منظرِ عام پر لائے۔ اسی طرح احقر کی مرتب کردہ تمام کتابوں کی طباعت میں بھرپور ساتھ دیا۔ اسی طرح حضرت سندھی کی کئی کتب شائع کیں۔ ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ کے قیام سے لے کر اب تک تمام مطبوعات کا انھوں نے بڑی خوبی سے اہتمام کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ بہت اچھی انتظامی صلاحیت کے مالک تھے۔ حضرت رائے پوری رابعؒ کی تربیت سے جو نظریہ انھوں نے سیکھا، اس کے سپاہی بن کر کردار ادا کیا۔

حضرت رائے پوریؒ کی جماعت سے وابستہ ہوئے تو ان کی شخصیت کو بنانے میں جماعت کی اجتماعی کاوشوں کا بڑا حصہ اور کردار رہا ہے۔ جماعت کے اجتماعی منظّم ماحول سے ان کی روح نے پرورش پائی ہے۔ نظم سے انتظامی صلاحیتیں سیکھیں۔ مولانا مرحوم کی طبیعت میں ’’یقظانیت‘‘ (بیداری) تھی، غافل اور ’’وَسنان‘‘ (سوئی ہوئی) نہیں تھی۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ انسان دو طرح کے ہوتے ہیں: ایک یقظان (بیدار، باہوش) اور دوسرے ’’وسنان‘‘ (سونے والے، اونگھنے والے)، طبیعت ہی بجھی ہوئی ہے، اُن میں جمود ہوتا ہے، ان کو احساس دلانا پڑتا ہے۔ کچھ طبیعتیں ’’وقّاد‘‘ (روشن) ہوتی ہیں، ان کی عقل اور قلب میں جذبہ ہوتا ہے۔ مولانا مرحوم کی طبیعت اور روح ’’وقّاد‘‘ اور ’’یقظان‘‘ تھی‘‘۔

رائے پوری جماعت کا ہر فرد قیمتی ہے

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہ نے مزید فرمایا:

’’مولانا محمد عباس شادؒ نے حضرت اقدس رائے پوریؒ اور جماعت سے جو کچھ سیکھا، اسے انھوں نے اگلی نئی نسل تک منتقل کیا۔ اجتماعی اداروں، اپنی تحریرات اور اپنے دروس کے ذریعے سے بہت احسن انداز میں آگے منتقل کیا۔ خاص طور پر شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی براہِ راست صحبت سے جو کچھ حاصل کیا، ان کے سپاہی بن کر آگے پہنچایا۔ ان کی یہ اجتماعی کاوش، جماعت کے کام آئی۔ نوجوانوں کی تعلیم و تربیت میں ان کا بہت اہم حصہ رہا۔ اس جدوجہدِ زندگی میں انھیں بہت تکلیفیں پہنچیں، بہت مصیبتیں انھوں نے برداشت کیں، امراض میں ان کے کئی آپریشن ہوئے، لیکن اس سب کے باوجود وہ اپنے مشن سے جڑے رہے اور اس کے لیے کردار ادا کرتے رہے۔ آج ہمارا بھی یہی بنیادی فریضہ ہے کہ ہم جماعت سے سیکھیں، جماعت سے جڑے رہیں اور جماعت سے جو کچھ حاصل کیا ہے، اسے اگلی نئی نسل تک منتقل کرنے کے لیے اپنا تن من دھن قربان کر دیں۔

اللہ پاک نے مولانا مرحوم کی عمر 55 سال ہی مقرر کی تھی، لیکن جب انسان جس ماحول اور جماعت سے جدا ہو کر جاتا ہے، تو جماعت سے وابستہ احباب کے دلوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے، تو صحابہؓ کو جو تکلیف تھی، وہ اَور کوئی محسوس نہیں کر سکتا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں آپؐ کی وفات پر ہم بہت ہی غم کی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے تو ایک بڑے نورانی چہرے والا آدمی آیا، جسے کوئی نہیں جانتا تھا۔ اس نے آ کر صحابہؓ کو تسلی دی اور فرمایا:

’’إنّ في اللّٰه عَزاءً مِن كُلِّ مصيبةٍ، وخَلَفًا مِن كُلِّ هالكٍ، وعِوَضًا مِن كُلِّ مَا فَاتَ، فإِلَى اللّٰه – عزّ وجلّ – فأنيبوا‘‘. (الطّبرانی)

(درحقیقت اللہ (کی ذات پر یقین) میں ہر آفت کے لیے تسلی ہے، ہر نقصان کا بدلہ ہے اور جو کچھ فوت ہو چکا ہے اس کا عوض ہے۔ پس اللہ کی طرف رجوع کرو۔)

جماعت کا ہر جانے والا ایک ایک فرد بڑا قیمتی ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ: ’’انسان بڑی مشکل سے بنتا ہے، بزرگوں کی قائم کردہ اجتماعیت سے بنتا ہے‘‘۔ اس ایک فرد کو بنانے میں حضرت شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے 25 سال لگے ہیں۔ اس لیے جماعت کا ایک فرد جاتا ہے تو تکلیف ہوتی ہے۔ انسان ایسے نہیں بن جاتے، افراد سے مل کر جماعت بنتی ہے، جماعت کی اجتماعیت سے ہی دینی کام ہوتا ہے۔ ایک ستون بھی کم ہو جائے تو اجتماعیت کم ہوتی ہے۔ اب اللہ ہی ہے جو ہمیں مولانا مرحوم کا نعم البدل عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہمیں صبر دے اور ہمیں ان کی جگہ پر ایسی افرادی قوت پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ جو کام وہ کر رہے تھے، ہم بھی اس کو اس کے طریقے سے آگے بڑھانے کی کوشش کریں، ہم بھی حضرت رائے پوری رابعؒ کے سپاہی بن کر اس کے لیے جدوجہد اور کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، ان کے پس ماندگان کو صبرِ جمیل نصیب فرمائے اور ہم تمام کو ان کی جگہ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے‘‘۔ (آمین!)

www.rahimia.org

وفیات

تحریر: انیس احمد سجاد ایڈووکیٹ، لاہور

اُس کو اِک شخص سمجھنا تو مناسب ہی نہیں

(مولانا محمد عباس شادؒ؛ خدمتِ فکر، تنظیم اور رفاقت کی ایک عہد ساز کہانی)

انسانی معاشرے میں کبھی کبھار ایسی ہستیاں جنم لیتی ہیں، جنھیں ''فرد'' کہنا اُن کے وجود کے ساتھ ناانصافی ہے۔ وہ ایک شخصیت نہیں ہوتیں، ایک فکر کا تسلسل ہوتی ہیں۔ ایک کارواں کا مرکز ہوتی ہیں۔ اُن کا وجود اپنے گرد ایک ایسی فضا قائم کر دیتا ہے، جہاں سے علم پھوٹتا ہے، شعور جنم لیتا ہے، کردار نکھرتا ہے اور انسانوں میں انسانیت بڑے وقار سے سانس لیتی ہے۔ مولانا محمد عباس شادؒ بھی ایسی ہی ایک ہستی تھے۔ سادگی میں عظمت، گہرائی میں وسعت اور خاموشی میں خطابت رکھنے والا وہ وجود جو اپنی حیاتِ مستعار میں بہت کچھ دے گیا اور جاتے ہوئے بھی علم و حکمت کے چراغ چھوڑ گیا۔

ابتدائی زندگی، روحانی اور عملی طبیعت کی نمود: 10/ نومبر 1971ء کو پاک پتن کے ایک دُور اُفتادہ گاؤں ''مہنت درشن'' میں آنکھیں کھولنے والے مولانا محمد عباس شادؒ کے بچپن میں ہی والدہ محترمہ داغِ مفارقت دے گئیں۔ والدِ محترم کی خواہش تھی کہ بیٹے کو عالمِ دین بنانا ہے، اس لیے مولانا مرحوم کو اُن کے حقیقی ماموں مولانا قاری عبدالستار کو سونپ دیا گیا کہ وہ انھیں اپنے سایۂ عاطفت میں لے کر دینی تعلیم و تربیت کا اہتمام کریں۔ مولانا قاری عبدالستار مدظلہ اُن دنوں موضع ''عَلّو والی'' یکے از مضافات خانقاہِ سراجیہ کندیاں شریف، میاں والی میں مقیم اور مدرّس تھے۔ لہٰذا مولانا محمد عباس شادؒ کی قرآن حکیم کی ابتدائی تعلیم کا آغاز حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کی زیرِ نگرانی اُن کے صاحبزادگان کے ساتھ خانقاہِ سراجیہ کندیاں شریف کے روحانی ماحول میں ہوا۔

بعد ازاں مولانا قاری عبدالستار ''عَلّو والی'' سے مکی مسجد حسین کالونی چشتیاں ضلع بہاولنگر منتقل ہوگئے تو مولانا محمد عباس شادؒ بھی اُن کے ہمراہ چشتیاں منتقل ہوگئے اور 1982ء میں باقاعدہ درسِ نظامی کی کتب کا جامعہ اشاعت العلوم چشتیاں سے آغاز کیا، جہاں پر حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر مدظلہ کے والدِ گرامی حضرت مولانا عبدالعزیزؒ مہتمم تھے۔ چشتیاں سے اگلے دو سال کی تعلیم کے لیے قدرت انھیں جامعہ عربیہ اسلامیہ بورے والا لے گئی، جو اُن کی زندگی کے رُخ کو متعین کرنے کا سبب بنا اور حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی مدظلہ (مجاز حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ) کے دروس اور تدریس سے ولی اللّٰہی علوم و افکار سے تعارُف ہوا اور یہیں پر حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ سے وابستہ ہوئے۔ یہ وابستگی نہ صرف دمِ آخریں تک برقرار رہی اور جنازہ بھی حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے مرکز ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور سے ہی اُٹھا۔ جامعہ عربیہ اسلامیہ بورے والا کے بعد مشکوٰۃ شریف تک کی کتب جامعہ رشیدیہ ساہیوال سے پڑھیں، جہاں پر حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے مجاز حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف مدظلہ کے زیرِ نگرانی کتب مکمل کیں اور پھر 1988ء میں دورۂ حدیث کے لیے جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخل ہوئے اور 1989ء میں دورۂ حدیث سے فارغ ہوئے۔

مولانا محمد عباس شادؒ نے 1989ء میں ہی لاہور بورڈ سے میٹرک کیا۔ 1991ء میں عالی مسجد نواں کوٹ ملتان روڈ لاہور سے تجوید و قرأت کا کورس مکمل کیا۔ عربی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ 1992ء میں لاہور بورڈ سے ہی انٹرمیڈیٹ کیا۔ 1996ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے بی۔اے اور 1999ء میں ایم۔اے اسلامیات کیا، جس سے اُن کے اندر قدیم و جدید کو سمجھنے کی استعداد نے خوب ترقی کی۔

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے مشورے سے لاہور میں ہی 28/ مئی 1993ء کو حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے متوسل قاری محمد دینؒ کی دختر نیک اختر سے آپ کا نکاح ہوا۔ اس دوران عملی زندگی کا آغاز حمزہ فاؤنڈیشن، الممتاز روڈ، لاہور میں بہ طورِ امام و خطیب خدمات سے کیا، جو چار سال جاری رہیں۔ مولانا محمد عباس شادؒ کو اوائل زمانۂ طالبِ علمی سے ہی لکھنے لکھانے کا شوق تھا۔ یہی شوق حضرت اقدس رائے پوریؒ کی رہنمائی میں انھیں 1994ء میں ''مکی دارالکتب لاہور'' کے قیام کی طرف لے گیا۔ انھوں نے حضرت رائے پوریؒ کے متوسلین؛ مولانا قاری محبوب الرحمٰن انور اور جناب جاوید اقبال سے مل کر اس کی بنیاد رکھی۔ سال 2000ء میں ''دارالشعور لاہور'' کے نام سے ادارے کی بنیاد رکھی۔ دسمبر 1998ء میں ماہنامہ ''الصدق'' کے نام سے رسالے کا اجرا کیا اور 24 رسالے شائع کیے۔ اگست 2010ء میں ماہنامہ ''دارالشعور'' کے نام سے رسالے کا باقاعدہ ڈیکلریشن لے کر اشاعت کا آغاز کیا، جو ابھی تک جاری ہے۔

جنوری 2009ء میں حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے زیرِ سرپرستی اور موجودہ جانشین حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہ العالی کے زیرِ نگرانی ادارہ رحیمیہ لاہور سے سہ ماہی مجلّہ ''شعور و آگہی'' اور ماہنامہ ''رحیمیہ'' لاہور کا آغاز ہوا تو مولانا مرحوم اُس کے مدیر مقرر ہوئے۔ یہ سلسلہ اُن کی وفات 3/ دسمبر 2025ء تک برقرار رہا۔ ادارہ رحیمیہ کے قیام کے فیصلے 1999ء سے لے کر 2025ء تک ادارے سے جتنی بھی کتب اور لٹریچر شائع ہوا، مولانا مرحوم کی زیرِ نگرانی شائع ہوا۔ کتابوں کی فہرست، مواد کی تدوین، پروف کی درستگی، زبان کا حسن اور چھپائی کا معیار، وہ ہر معاملے میں ایسی سنجیدگی کے ساتھ شریک رہتے تھے کہ دیکھنے والا حیران رہ جاتا۔

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور نے جب ادارے کا یوٹیوب چینل قائم کیا اور اُس پر حضرت اقدس آزاد رائے پوری، حضرت مفتی سعید الرحمٰن، مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی اور مولانا مفتی محمد مختار حسن مدظلہم کے خطاباتِ جمعہ باقاعدگی سے نشر کرنے کا آغاز کیا تو اُس کے تدوینی اُمور، موضوع کے عنوان کا انتخاب، موضوع کے ذیلی نکات وغیرہ کی تیاری کا مکمل عمل مولانا محمد عباس شادؒ کے زیرِ نگرانی عمل میں آیا، جس میں ہر مرحلے پر نشر کرنے والی ٹیم کی رہنمائی اور عملی مشکلات کے حل کے لیے تجاویز اور منظّم رہنمائی اُن کے لیے ایک بہت بڑا صدقہ جاریہ کی صورت میں جاری ہے۔

بیماریوں کے ساتھ جنگ اور رضا و صبر کا پیکر: مولانا مرحوم کے حوصلے کی مثال نہیں

www.rahimia.org

ملتی۔ دہائیوں تک بیماریوں کا سامنا کیا، مگر چہرے پر ملال نہیں آیا۔ گفتگو میں شکوہ نہیں آیا۔ وہ تکلیف کو آزمائش سمجھ کر قبول کرتے اور اُسے باطن کی تراش قرار دیتے۔ انھوں نے بیماریوں کو شکست نہیں بننے دیا، بلکہ انھیں رضا کا پل بنا دیا۔ 28/نومبر 2025ء کو نمازِ فجر کے وقت اُن کے مرض الموت؛ دل کی بیماری کا آغاز ہوا تو عیادت کرنے والے احباب سے اس دوران کہتے رہے کہ باقی تمام بیماریاں تو دیکھ لی تھیں، یہ دل کا عارضہ رہ گیا تھا۔ چلو اب اس کا بھی تجربہ کرتے ہیں۔ مولانا مرحوم کی شخصیت کا سب سے طاقت ور پہلو اُن کی معاملات میں مثبت سوچ تھی۔ وہ منظر کا تاریک حصہ نہیں دیکھتے تھے اور دیکھ بھی لیتے تو اُس میں بدلاؤ کا امکان تلاش کرتے تھے۔ مولانا مرحوم کی تنظیمی ذہانت غیر معمولی تھی۔ وہ کاموں کو حکمت کے ساتھ تقسیم کرتے، افراد کو اعتماد دیتے اور اُصولوں کی حفاظت ایسے کرتے کہ دل بھی نہ ٹوٹے اور نظم بھی نہ بگڑے۔ وہ جسمانی کمزوری میں بھی تحقیق کرتے رہے۔ درد اور تکالیف کے باوجود بھی لکھتے رہے۔ بیماریوں کے باوجود ادارے چلاتے رہے اور دوسروں کے لیے زندگی کی رمق بنے رہے۔ یہ صبر اور استقامت واقعی انھیں ہستیوں کا کام ہے، جنھیں دنیا اصحابِ عزیمت کہتی ہے۔

مولانا مرحوم کی زندگی کا سب سے روشن اور تابناک پہلو اُن کا حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے ساتھ والہانہ تعلق تھا، جو اُن کی روح کے اندر سے پھوٹتا تھا۔ اس باطنی تعلق کی وضاحت الفاظ میں ممکن نہیں ہے۔ اور یہی تعلق اُن کے جانشین حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہ کے ساتھ بھی تھا۔ ادارے کے انتظامی اُمور کی سرانجام دہی کے دوران اگر کہیں سے اُن تک یہ بات پہنچ جاتی کہ حضرت والا کام کی تاخیر پر پریشان ہیں تو وہ سالوں کا کام لمحوں میں کرتے کہ حضرت والا کی خوشی اور رضا ہی تو اصل زندگی ہے۔

28/نومبر 2025ء کو نمازِ فجر کی ادائیگی کے دوران دل کی تکلیف ہوئی۔ قریبی مسجد کے دیگر نمازی حضرات انھیں سرگنگا رام ہسپتال کی ایمرجنسی میں چھوڑ گئے۔ یہاں پر ناتجربہ کار ڈاکٹروں نے مرض کی تشخیص کرنے کے بجائے درد کُش دوا (Pain Killer) دے کر گھر بھجوا دیا۔ اسی شب گھر میں دوبارہ تکلیف ہوئی۔ نمازِ فجر کے وقت پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی لاہور (PIC) میں لایا گیا۔ انھوں نے انجیو پلاسٹی کر کے اتوار 30/نومبر کو ڈسچارج کر دیا گیا۔ 3/دسمبر بروز بدھ پھر تکلیف ہونے پر PIC لایا گیا اور ڈاکٹروں نے کھانسی کی وجہ سے پھیپھڑوں کا سی ٹی سکین کروانے کے لیے سرگنگا رام ہسپتال بھجوا دیا۔ یہاں پر عصر کے وقت سانس اُکھڑنے اور نبض ڈوبنے لگی تو دوبارہ PIC لایا گیا۔ 5:15 بجے غروبِ آفتاب کے ساتھ ہی مولانا محمد عباس شاد مرحوم کی زندگی کا چراغ بھی بجھ گیا اور ایک عظیم انسان نظام کی غفلت اور غیر ذمہ داری کی بھینٹ چڑھ گیا۔

مولانا مرحوم کی رحلت کی خبر رائے پوری سلسلے کے احباب پر ایک برق ناگہانی بن کر گری۔ ہر آنکھ اشک بار ہوگئی۔ حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہ (مسند نشین خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور) جنوبی پنجاب کے سفر سے واپس لاہور تشریف لا رہے تھے۔ حضرت والا سفر سے سیدھا پنجاب سوسائٹی، موہلنوال، ملتان روڈ لاہور میں جناب حافظ عبدالستار کے گھر تشریف لے گئے، جہاں پر مولانا مرحوم کا جسدِ خاکی رکھا گیا تھا۔

4/دسمبر 2025 بروز جمعرات کو 12 بجے ادارہ رحیمیہ لاہور میں مولانا مرحوم کا نمازِ جنازہ ادا کیا گیا اور حضرت اقدس آزاد رائے پوری مدظلہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ نمازِ جنازہ میں پورے ملک سے حضرت رائے پوری کے متوسلین اور مولانا محمد عباس شادؒ کے چاہنے والے احباب نے شرکت کی۔ بہ طورِ خاص ملتان سے حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن مدظلہ، بورے والا سے حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی مدظلہ، نوشہرہ سے حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن مدظلہ، لاہور سے محترم سیّد مطلوب علی زیدی، مولانا محمد اشرف عاطف مدظلہ، ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ، انجینئر عامر افتخار احمد، مولانا غلام مصطفیٰ کیانی، مولانا عبدالرحمٰن، مولانا قاری محبوب الرحمٰن انور، ڈاکٹر محمد جہانگیر، ڈاکٹر راؤ عتیق الرحمٰن، عتیق الرحمٰن ایڈووکیٹ، حافظ محمد شفیق، محمد عرفان لون، عرفان یونس بٹ، گوجرانوالا سے مولانا حافظ محمد اختر، زاہد جاوید اسد، راولپنڈی سے جناب مرزا محمد رمضان، جناب جاوید حمید اور جناب عرفان احمد، بورے والا سے مولانا محمد ظہیر، پروفیسر عبدالماجد، جھنگ سے مولانا ڈاکٹر محمد ناصر نے شرکت فرمائی۔ لاہور کے رائے پوری حلقے کے احباب نے جس طرح سے اپنی عقیدتوں کے پھول حضرت مولانا محمد عباس شادؒ پر نچھاور کیے، وہ اپنی مثال آپ ہے، لیکن بہ طورِ خاص حافظ عبدالستار صاحب اور جناب ساجد محمود چوہدری کا شکریہ ادا کرنا ہم پر واجب ہے کہ انھوں نے مولاناؒ کے سفرِ آخرت کے انتظامات میں کلیدی کردار ادا کیا۔ فجزاہم اللہ۔

اسی طرح مولاناؒ کے صاحبزادگان حمزہ عباس، اسامہ عباس، حذیفہ عباس اور مولانا مرحوم کی اہلیہ محترمہ نے بھی مولانا مرحوم کی تجہیز و تکفین کے بارے میں کہا کہ: ''مولانا عباس شاد صاحبؒ ہم سے زیادہ آپ کے ہیں اور آپ کو ان کے بارے میں تمام فیصلے کرنے کا استحقاق حاصل ہے۔ آپ حضرات جو مناسب سمجھیں کریں۔ جو آپ فیصلہ کریں گے، وہی فیصلہ ہمارا ہوگا''۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کے خاندان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور خانقاہِ رائے پور کے ساتھ ان کے تعلق کو اُسی طرح تروتازہ رکھے، جیسے مولانا محمد عباس شاد مرحوم کا تھا۔ (آمین!)

نمازِ جنازہ کے بعد لاہور کے معروف میانی صاحب قبرستان میں حضرت صوفی محمد سرور جمیلؒ (مجاز حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ)، جناب صابر ضمیر صدیقیؒ اور بھائی خلیل احمدؒ (متوسلین حضرت رائے پوری رابعؒ) کے قریب تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائے، کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور مشائخ رائے پور کی معیت نصیب فرمائے اور ہمیں ان کے چھوڑے ہوئے راستے پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

کتنے خوش قسمت ہیں شاد صاحب
جن کے لیے رو رہے ہیں آزاد صاحب
ایں سعادت بزورِ بازو نیست

www.rahimia.org

Monthly RAHIMIA Lahore CPL No. 59

تقریبِ تکمیل صحیح بخاری شریف

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور میں ہر سال دورۂ حدیث شریف کی کلاس ہوتی ہے۔ اس کلاس میں صحیح بخاری شریف کا درس ہوتا ہے۔ امسال حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ نے صحیح بخاری شریف کی جلد اول اور استاذ الحدیث ادارہ رحیمیہ حضرت مولانا زاہد محمود قاسمی نے اور اس کی جلد دوم کا درس دیا ہے۔ اس سال کے نصاب کی تکمیل پر ادارہ رحیمیہ لاہور میں ''صحیح بخاری شریف'' کی تقریبِ تکمیل

مؤرخہ: 4/ جنوری 2026ء/ ۱۵/ رجب المرجب ۱۴۴۷ھ

بروز: اتوار بوقت: صبح ساڑھے دس بجے

منعقد ہوگی۔ جس میں حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن، حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی، حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن، حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر، حضرت مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، حضرت مولانا ڈاکٹر تاج افسر، حضرت مولانا قاضی محمد یوسف، حضرت مولانا عبداللہ عابد سندھی مدظلہم العالی (مجازین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ) اور ملک بھر سے آئے ہوئے ڈاکٹرز، پروفیسرز، انجینئرز شرکت کریں گے۔

اس موقع پر علمائے کرام کے اہم بیانات کے ساتھ ساتھ حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ صحیح بخاری شریف کی آخری حدیث پر درس دیں گے۔ تمام احباب کو اس پُر وقار تقریب میں شرکت کی دعوت دی جاتی ہے۔

بقیہ: ملکی معیشت

اسے نظام چلانے والوں کی نااہلی کہہ لیں یا طے شدہ ماڈل مان لیں لیکن اب ہمیں ایک اور عفریت نما صورتِ حال کا سامنا ہے۔ اس سے نتیجہ جانے کیسا ہی ہو، ہماری لاغر معیشت کو اسے جھیلنا ہی ہوگا اور اگر یہ سب ہماری سکت سے باہر ہوا تو ہماری چھوٹی سی تاریخ میں برپا ہوئے کچھ سانحے دوبارہ بھی ہو سکتے ہیں۔

بقیہ: اسلامی دور کی ناقابلِ فراموش شخصیات

اس سے ایک زبردست توپ بنوائی، جس کے پتھر کے گولے کا قطر ڈھائی فٹ تھا۔ اس کے علاوہ دوسری چھوٹی توپیں بھی ڈھالی گئیں، جو اگرچہ چھوٹی تھیں، لیکن زیادہ تیزی سے گولے برسا سکتی تھیں۔ اس کے علاوہ شہزادہ محمد نے ایک سو اسّی جہازوں پر مشتمل ایک بحری بیڑہ بھی تیار کرایا۔ ادھر قسطنطین نے بھی شہر کی حفاظت کے لیے ضروری انتظامات کیے۔ مزید یہ کہ مغربی یورپ کے حکمرانوں سے فوجی مدد کی درخواست کی۔ پوپ کی تائید حاصل کرنے کے لیے یونانی کلیسا کا روم کے کلیسا کے ساتھ الحاق کر دیا، لیکن اس سب کے باوجود اس کو خاطر خواہ پذیرائی نہیں ملی۔ (باقی آئندہ)

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از حضرت مفتی عبدالقدیر شعبۂ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال ایک شخص کی اپنی کوئی اولاد نہیں ہے۔ اس نے اپنی سگی بہن سے اس کی بیٹی گود لی ہے۔ کیا وہ اس لے پالک بیٹی کے سرکاری ریکارڈ کے اندراج میں اس لڑکی کے اصل ماں باپ کی جگہ اپنا نام بہ طورِ باپ اور اپنی بیوی کا نام بہ طورِ ماں لکھوا سکتا ہے؟ نیز کیا لے پالک بیٹی وراثت میں حق دار ہوگی؟

جواب کسی دوسرے شخص کی اولاد کو اپنی طرف منسوب کرنا خلافِ حقیقت اور خلافِ شریعت ہے۔ اس کے نام و نسب کو اس کے حقیقی والدین کی طرف منسوب کرنا ضروری ہے، لہٰذا لے پالک کے لیے حقیقی اولاد والے احکامات جاری نہیں ہوں گے اور نہ ہی اس کا گود لینے والے کی میراث میں کوئی حصہ بنتا ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص کو یہ معلوم ہو کہ اس کا باپ کوئی اَور ہے اور اس کے باوجود اپنے آپ کو کسی غیر کی طرف منسوب کرے تو اس پر جنت حرام ہے''۔ (صحیح بخاری، حدیث: 6766) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

سوال اگر کسی شخص کی بڑی آنت کا آپریشن ہوا ہو اور اس کے پیٹ پر ''کولوسٹومی بیگ'' (Stoma Bag) لگا ہو، جس میں پاخانہ جمع ہوتا ہے تو کیا ایسا شخص نماز کی امامت کر سکتا ہے؟ سائل: محمد عاقب فیصل آباد

جواب جس شخص کو کولوسٹومی بیگ لگا ہو، اس کو اپنے اوپر قدرتی کنٹرول نہیں ہوتا۔ ہر وقت پیشاب و پاخانہ خارج ہوتا رہتا ہے۔ ایسا شخص شرعی معذور ہے۔ لہٰذا اس کے لیے صحت مند لوگوں کی امامت کرنا درست اور جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال سرکاری ٹھیکوں میں افسر دستخط تب کرتا ہے جب اس کو رشوت دی جائے۔ کیا آج کل کے حالات میں جہاں ہر محکمے میں رشوت کے بغیر اپنا جائز حق بھی نہ ملے تو ایسی صورتِ حال میں اس سے بچاؤ کی کیا صورت ہوگی؟ سائل: محمد جمیل چشتیاں

جواب سرمایہ داری نظام کی قباحتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اپنے جائز حقوق کا حصول بھی رشوت کے بغیر ممکن نہیں ہوتا۔ اسی معاشرتی ناسور کی وجہ سے لوگوں کو اپنا جائز حق لینا بھی خاصا دُشوار ہو گیا ہے۔ صورتِ مسئولہ میں اپنے حق کے حصول کے لیے حتی الامکان دوسرے جائز ذرائع استعمال کیے جائیں، البتہ اگر قانونی تقاضے پورے کرنے اور اپنا حق ثابت ہونے کے باوجود بھی رشوت دیے بغیر اپنے حق کا حصول ممکن نہ ہو تو بہ حالتِ شدید مجبوری' اس ممنوع کام کی گنجائش ہے اور دل میں اس عمل قبیح کی نفرت اور مزاحمت کا نظریہ ہو، ساتھ توبہ و استغفار کا بھی اہتمام کیا جائے۔

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ لاہور سے جاری کیا۔